اسلام کے بنیادی عقائد

مصنف

حجۃ الاسلام والمسلمین
السید مجتبیٰ موسوی لاری

جلد چہارم

مترجم

حجۃ الاسلام مولانا شیخ
سید حسن علی نجفی

نام کتاب	اسلام کے بنیادی عقائد
مصنف	حجۃ الاسلام والمسلمین سید مجتبیٰ موسوی لاری
مترجم	حجۃ الاسلام مولانا شیخ روشن علی نجفی
کتابت	ذوالقرنین رضوی بھنڈی
ناشر	مرکز نشر معارف اسلامی در جہان
تعداد	۳۰۰۰ (تین ہزار)
تاریخ	ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
چاپ	بار اوّل
مطبع	ہادی پریس قم جمہوری اسلامی ایران

عقیدۂ عصمت

اسلامی تاریخ میں ہمیشہ سے یہ بحث رہی ہے کہ رسولؐ و امام کے لئے عصمت ضروری ہے یا نہیں۔

شیعہ حضرات کے نزدیک امام و رسولؐ کیلئے عصمت ایک اجماعی چیز ہے۔ اور از منصب امامت کیلئے عصمت اساسی شرط ہے کیونکہ امامت بہت ہی اہم و حساس عہدہ ہے۔

ایک ایسے پیشوا کے لئے جو کتب و امت دونوں کا ذمہ دار ہو اس کے لئے برابر یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ وہ دانستہ یا نادانستہ کہیں کوئی لغزش نہ کر جائے کیونکہ اگر ایسا ہو جائے تو اس امت کی عقیدہ و قسمت ضرور متزلزل ہو جائے اور اعتبار کو اتنا بڑا دھچکا لگے گا جو اسکو تباہی و انتشار کی گود میں پہونچا دیگا اور پھر اسلامی معاشرہ کا وقار واپس نہ آ سکے گا۔

رہبر و امام کے لئے ضرورت عصمت کی طرف توجہ خاص مذہب تشیع کی خصوصیات میں سے ہے۔ الٰہیات شیعہ کے دینی فکر اور اسلام کے وسیع و رنگ پہلو ہے۔ اور بڑی بالغ نظری اور وسعت اطلاع پر مبنی ہے۔ یہ حضرات امام سے عصمت کی جدائی کا تصور محال جانتے ہیں۔ ائمہ اور رسول کا علم دریائے بیکراں علم الٰہی سے ماخوذ ہوتا ہے اور یہ خصوصیت فطرت بشری کے

علاوہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی ۔ حالانکہ اہلسنت حضرات ہر شخص کی خلافت و امامت کو کسی شرط کے بغیر مان لیتے ہیں ۔ اور امامت کے لئے عصمت کے قائل نہیں ہیں اور شیعہ ہی خلفاء کو معصوم مانتے ہیں ۔

●

عصمت ایک ایسی معنوی طاقت ہے جو انسان کو گناہ سے روکتی ہے لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ خداوند عالم نے اسکو ایک ایسی طاقت دیدی ہے جو اسکو عدم عصیان پر مجبور کرتی ہے ۔ اور گناہ کرنے کی تمام قوتوں کو اس سے سلب کر دیا ہے اب اس میں گناہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے ۔ کیا نہیں ایسا نہیں ہے ! بلکہ اس کے اندر بھی گناہ کرنے کی تمام قوتیں موجود ہوتی ہیں اور وہ گناہ کرنے پر قادر بھی ہوتا ہے لیکن اس کے یہاں تقوائے الٰہی ، تسلط بر نفس اور اتنا عمیق ادراک ہوتا ہے کہ گناہ کرنا تو الگ رہا وہ گناہ کا قصد بھی نہیں کرتا ۔ احتمال گناہ اسکے یہاں گویا ہے ہی نہیں !!!

قاعدہ یہ ہے کہ انسان جب ناپسندیدہ افعال کا ارتکاب یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ اس عمل کی قباحت سے جاہل ہے ۔ یعنی اس عمل کے برے ہونے اور نقصان دہ ہونے کی معرفت ہی نہیں رکھتا اسلئے ایسے افعال کا ارتکاب کر ڈالتا ہے ۔ اور یا کسی حد تک اس فعل کی قباحت سے واقف ہے اور اسکا ایمان باطنی اس عمل قبیح سے روکتا ہے لیکن چونکہ اس نفسانی خواہشات شیطانی کا غلبہ اتنا قوی ہوتا ہے کہ وہ اس فعل کو کر بیٹھتا ہے ـــ لیکن اگر کوئی شخص قبیح اعمال کے برے نتائج اور نقصانات سے واقف ہے اور اسکا معنوی کا جذبہ اسکے اندر بہت زیادہ ہے اور تقوی کی چوٹی پر فائز ہے تو ایسے

شخص کے اندر ایک خود حفاظتی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی بنا پر کسی بیرونی عصمت کی ضرورت نہیں رہتی جو اسے شخص کو برائیوں سے روکے بلکہ وہ خود بخود برائیوں سے دور رہتا ہے۔

شیخ صدوقؒ نے امالی میں محمد بن ابی عمیر سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابی عمیر نے ہشام سے — جو امام جعفر صادقؑ کے ایک لائق ترین شاگرد تھے — پوچھا کیا امام معصوم ہوتا ہے؟ ہشام نے کہا ہاں! محمد بن ابی عمیر نے کہا کہ مجھ سے بیان کرو کہ یہ عصمت کیونکر ہوتی ہے؟

ہشام نے کہا، ہر گناہ کی چند علتیں ہوتی ہیں یہ وہ تمام علتیں امام میں نہیں ہوتیں۔ اس لیے امام گناہ نہیں کر سکتا۔ مثلاً گناہ کی علت کبھی حسد، کبھی حرص، کبھی شہوت، کبھی غضب ہوا کرتا ہے۔ اور امام کے اندر ان میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جب امام کے اختیار میں دنیا کی تمام چیزیں ہیں جیسے خزانہ بیت المال تک ہے تو وہ دنیا کے بارے میں حرص کیوں کرنے لگا؟ حسد آدمی اس شخص سے کرتا ہے جو اس سے بلند ہو اور امامت سے بلند تر کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے تو امام حسد کیسے کر سکتا ہے؟ اب رہی غضب کی بات تو وہ دنیاوی امور پر تو غضب کرتا نہیں ہاں خدا کے لیے غضب کرتا ہے۔ تو خداوند عالم نے جب حدود الٰہی کا اجرا اس کے سپرد کر رکھا ہے تو گناہ ہونے پر وہ خود حد جاری کر سکتا ہے اس کو غضب کرنے کی کیا ضرورت ہے جو شخص اپنی بات پوری نہیں کر پاتا اس کو غضب آتا ہے۔ امام شہوت کا پابند نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا نے جس طرح دنیا کو ہمارے لیے محبوب بنایا ہے آخرت کو امام کے لیے محبوب بنایا ہے لہٰذا وہ ہر بات میں آخرت کو پیش نظر رکھتا ہے جیسے ہم دنیا کو پیش نظر رکھتے

ہیں۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ حسین چہرے کو چھوڑ کر قبیح چہرے کی طرف رغبت کرے؟ اچھا کھانا چھوڑ کر بد مزہ کھانے کی طرف رغبت کرے؟ نرم و نازک لباس چھوڑ کر سخت و کھردرا لباس اختیار کرے؟ عالم آخرت کی دائمی اور باقی رہنے والی نعمت کو چھوڑ کر دنیا کی فانی نعمت کی طرف کیسے رغبت کر سکتا ہے؟[1]

جو لوگ مذہبی فریضہ سمجھ کر امام کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اس کے تعلیمات و احکام کو بے چون و چرا قبول کر لیتے ہیں کیونکہ وہ ان احکام کو حکم الٰہی جانتے ہیں اس میں ذرہ برابر شک نہیں کر سکتے۔ تو اگر کوئی معصوم ہو اور امکان خطاء و اشتباہ رکھتا ہو تو کیا یہ کہہ سکتے ہیں ہر حکم کو لوگ حکم خدا سمجھیں گے؟ کیا اس کے احکام کی دل کی گہرائی سے پابندی کریں؟ نہیں ہرگز نہیں!

زیبائش دنیا، خواہشات نفسانیہ، حب جاہ و مال و ثروت کے مقابلے میں ہر وقت انسان کے پھسلنے کا امکان رہتا ہے۔ یہ صرف قوت عصمت کا کرشمہ ہے جو معصوم کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں ہونے دیتی غیر معصوم ان چیزوں کے مقابلے میں کبھی شکست خوردہ ہوتا ہے۔

اگر انسان اپنے دینی رہبر و امام پر صد در صد اعتماد و بھروسہ نہیں کر سکتا تو رسالت مذہب "جو بشریت کو کمال تک پہنچانے کا ذریعہ ہے" ناکام ہو جائے گی۔ کیونکہ جب امام گناہ و خطا سے معصوم نہ ہوگا تو مذہب بحران و ظلم کا شکار ہو جائیگا اور دین خدا اپنے ہدف اصلی سے دور ہو جائے گا۔

---

[1] امالی صدوق ص [illegible]، بیروت

اور لوگ ہر جگہ و دست کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کہیں یہ حکم اسلام
حقیقی نظریے کے مخالف نہ ہو!

●

ایک بات اور بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ امام کی عصمت صرف ان کے امامت تک ہی محدود نہیں ہوا کرتی "یا یوں کہہ لیجئے کہ صرف عہدے کے زمانہ میں معصوم ہونا کافی نہیں ہے" بلکہ پوری زندگی اسکو معصوم ہونا ضروری ہے۔ مقام رہبری تک پہنچنے سے پہلے بھی اسکے دامن پر عصیان کا دھبہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ پہلی بات تو یہی ہے کہ گناہ کرنے سے اسکی شخصیت اس عظیم عہدے کے لائق نہیں رہے گی۔ اور دوسرے لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ اس نے سابق میں کوئی سی بھی معصیت کی ہے تو ہمیشہ وہ شخص انکی نظروں میں مجرم رہے گا اسکا علم لوگوں پر بھی اعتماد حاصل نہیں ہوگا۔ اور اسکی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں فطری طور سے یہ شبہ مستحکم ہو جائے گا کہ اسکی رہبری شرعی نہیں ہے۔ اور پھر لوگ اسکو تقویٰ و پاکیزگی کا معیار بھی قرار نہ دے سکیں گے چہ جائے کہ اسکے اعمال و افعال معنوی پر شیفتہ ہو جائیں۔

جو شخص ماضی میں غرق شدہ عیب رکھتا ہو لوگوں کے دلوں سے یہ بات زندگی تک مٹنے والی نہیں ہے اور اسکے مخالفین کو تو بہت بڑا موقع ہاتھ لگ جائے گا۔ اگر ماضی کے گنہگار کو مستقبل کے پیشوا کی صورت میں پیش کیا جائے تو لوگ کہیں گے خوب! اور سوچ سمجھ کے توجہ کریں!

مگر آئمہ معصومینؑ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مخالفین نے اپنی تمام حد بندیوں اور گستاخیوں کے باوجود انکی شخصیتوں پر فساد و اعمال

بیعت فرمانِ رسولؐ کے مطابق ہو تو گویا وہ بمنزلہ بیعت رسولؐ ہے نہ اسکی مخالفت جائز
ہے اور اسکے علاوہ کسی دوسرے کا پیرو بنا جائز ہے بلکہ اس زمانے کے اور آئندہ زمانہ
کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسکی اطاعت کریں۔ قرآن نے رسولؐ کی بیعت کو خدا کی
بیعت کہا ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ
فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ
أَجْرًا عَظِيمًا۔ (پ ۲۶ سورۂ فتح آیت ۱۰) بیشک جو لوگ (اے رسولؐ) آپکی بیعت
کرتے ہیں وہ خدا کی بیعت کرتے ہیں انکے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے۔ پس جو بیعت کو
توڑ دیگا اس نے اپنی ہلاکت پر اقدام کیا ہے اور جو خدا سے کئے ہوئے عہد و پیمان پر باقی
رہیں گے خدا انکو عنقریب اجرِ عظیم دیگا۔

اور چونکہ جانشین رسولؐ بھی تمام صفات پیغمبرؐ کا حامل ہے سوائے نبوت کے! اور
سب سے زیادہ احکام قرآن اور دین خدا کے دستور کا جاننے والا ہے اس لئے اسکی بیعت
بھی بمنزلہ بیعت رسولؐ ہے۔

لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الْخَطَاء والی حدیث کا سہارا لینے کے بعد بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا کیونکہ
اس حدیث پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے جب کوئی رسولؐ کی اس سلسلہ میں (تعیین خلافت)
کے بارے میں نص موجود نہ ہو ورنہ اجماعِ امت اور قولِ رسولؐ میں تضاد پیدا ہو جائیگا
کیونکہ نص رسولؐ کے ہوتے ہوئے اگر اجماع پر عمل کیا جائے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ
اوامر رسولؐ سے اعراض کرنے لگیں گے اور اپنی تشخیص و انتخاب کو رسولؐ کی تشخیص
و انتخاب پر مقدم کرنے لگیں گے۔ چنانچہ اجماع کو حجت مان بھی لیا جائے تو یہ صرف
ان معاملات میں حجت ہوگا جہاں نص رسولؐ نہ ہو۔

اسکے علاوہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو میری امت خطا پر اجماع نہیں کریگی۔

کا مطلب یہ ہے کہ جہاں پُرسکون فضا ہو اور امت کو آپس میں رائے و مشورہ کا موقع مل گیا ہو۔ وہاں پر تبادلۂ خیال کے بعد اگر پوری امت کسی ایک رائے پر متفق ہو جاتی ہے تو اسکو حجت مانا جائیگا۔ لیکن جہاں امت کے کچھ لوگ ایک مخصوص نظریہ پر لوگوں کو مجبور کرنا چاہیں اور افراتفری کا عالم ہو اس جگہ پر یہ حدیث حجت نہیں ہے۔

سقیفہ میں کہا جا سکتا ہے کہ خود اصحاب رسول نے صحیح مشورہ کیا حکومت کا انتخاب بھی اس طرح مشورہ سے عمل میں نہیں ہوا بلکہ چند مخصوص لوگوں نے اسکی بنیاد ڈالی تھی اور دیر تک لوگ بنا ہوا تماشہ دیکھتے رہے اور زور زبردستی سے ایک شخص کو خلیفہ بنا لیا۔ اسکے بعد عمر کہا کرتے تھے ابوبکر کی بیعت اتفاقی طور سے تھی جس میں رائے و مشورہ کو کوئی دخل نہیں تھا اب اگر کوئی دوبارہ ایسا اقدام کرنا چاہے تو اسکو قتل کر دو۔ [1]

خلیفہ ثانی نے بھی اپنے دور خلافت میں کہا: میری بیعت ایک لغزش تھی خدا اسکے شر سے لوگوں کو بچائے میں بھی اسکے خطرے سے آگاہ ہوں۔ [2]

●

رسول اسلام ﷺ ہر دور اور ہر شعبۂ زندگی میں امت کے مسئلہ میں اور مسلمین کے بارے میں بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور آپکی پوری توجہ بقائے دین اور نظام مسلمین کی طرف تھی۔ امت کے باہمی اختلاف و تفرقہ سے ہمیشہ پریشان رہتے تھے۔ مسلمان جس جگہ فاتح ہو کر پہنچتے تھے اور جس زمین پر بھی انکا تصرف ہوتا تھا پیغمبر صاحب پہلے وہاں حاکم کا تقرر کرتے تھے۔ ہر جنگ میں امیر لشکر پہلے سے معین فرما دیتے

---

[1] ابن ہشام ج ۲ ص ۶۵۸ طبری ج ۲ ص ۴۴۶ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۷ وغیرہ نے بھی سقیفہ کے مسئلہ میں اسکو ذکر کیا ہے۔

[2] شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۳۲